Al-Qawārīr-Vol: 02, Issue: 04,
July – Sep2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

پاکستانی معاشرے میں مروجہ خواتین کے عمرانی مسائل اور انکا حل

(اسلامی و قانونی تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)

Social issues of women in Pakistani society and their solution (Islamic and legal perspective)

Dr. M. Mudassar Shafiquei*
Visiting Lecturer, NUML University, Multan Campus.

Saira Tariq**
Visiting Lecturer, Agriculture University, Faisalabad.

Version of Record
Received: 06-Aug-21**Accepted**: 07-Sep-21
Online/Print: 20-Sep-2021

ABSTRACT

Eva, who is such a beautiful gift of nature has embodied all the colors of this universe. She is the personality who brings up the generations that topple the world. It is an admitted fact that a good woman gives birth to ideal generations that becomes the cause of playing a vital role in the formulation of societies. Before the emergence of Islam Eva was considered inferior and was awarded with lower status but the whole world is the witness that Islam has furnished Eva with civilized, moral, social and family rights. Unfortunately, with the passage of time, the social rights of women bestowed by the Islam are being grasped out of which freedom of opinion, no care of likes and dislikes in significant marital matters, Sexual harassment, Teen age marriages and deprivation of inheritance is also included in it. Besides these customs that are attached to Eva, Islam considered man to be the responsible for all this. As a "Dowry" that has shaped heinous from in the society. In spite this, Islam has explained specified the rights and

responsibilities in a very discrimination way but apart from this our social values, customs and uncivilized behaviors have affected in their role .In this article, we have not only analyzed the social problems of Pakistani society rather presented its solution in the light of Islamic teaching and Pakistani laws that how to nip the evil of expanses of Pakistani society.

Key words:*Social issues of women, Freedom of Opinion, Dowry system in Pakistan, Teen age marriages, Sexual harassment in society, Islamic teaching and Pakistani laws, Pakistani society.*

دین اسلام پوری انسانیت کی ہدایت کے لیے جامع اور مکمل نظام زندگی ہے اور اس میں بیان کردہ اصول زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔چودہ سو سال قبل مختلف قدغنوں ، پابندیوں اور زنجیروں میں گرفتار معاشرے کو انسانی حقوق سے آشنائی اور اس کی عملی تشکیل کا سہرا بھی اسی دین کے سر ہے اور اسی دین نے عورت کو مرد کی طرح تمام خوبیوں ، صلاحیتوں ، جسامت اور اجزاء پر مشتمل ہر طرح سے مکمل بیان کیاہے اور اس کے حقوق کی وہ فہرست جو کہ باقی مذاہب یا قبل از اسلام معاشرے میں نہ تھی عورت کو عطا کی ہے ۔جو لوگ عورت کو انسان نہیں سمجھتے یا کمتر مخلوق سمجھتے ہیں یا ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے ہیں قرآن نے ان کی تربیت اور ذہنی اصلاح کے لیے عورت کو بحثیت انسان متعارف کروایا ہے ۔ قرآن مجید جیسی مقدس کتاب میں متعدد مقامات کے ساتھ ساتھ ایک مکمل سورت کو "النساء " کے نام سے ذکر کر کے عورت کو بلند انسانی درجہ عطا کیا ہے ۔مرد و عورت کو نفس واحد سے تخلیق کر کے ان لوگوں کی سوچ کو باطل ثابت کیا ہے جو عورتوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے

أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِیْ تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبا۔(۱)

اے لوگو ! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے ایک جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

تمام مرد اور عورتیں ایک جان اور ایک ماں باپ سے پیدا کر کے قرآن انسانی برادری اور انسانی مساوات کا ایک اصول عطا فرما رہا ہے تا کہ اس کی بناء پر انسانوں کے درمیان انسانی اخوت ،پیار اور مساوی سلوک کی فضاء پیدا ہو سکے ۔ یہ اللہ کا آفاقی انسانی بھائی چارے کا قانون ہے جس کے تحت ہر انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا غیر مسلم ایک دوسرے سے انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے انسانی حقوق کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ عورت اور مرد کے درمیان کسی قسم کا غیر انسانی یا مادی فرق پیدا کر کے معاشرے میں امن واستحکام پیدا نہیں کیا جا سکتا۔یہاں خواتین کے کچھ ایسے عمرانی مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہمارے پاکستانی معاشرے میں آج بھی ان کو درپیش ہیں اور ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا جائزہ لیتے ہوئے حل بھی پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں مندرجہ ذیل پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

۱۔ عورتوں کی آزادی رائے کا حق اور اسلامی تعلیمات :

۲۔ وراثت سے محرومی اور اسلامی و قانونی طرز عمل :

۳۔ کم عمری کی شادی اور پیدا ہونے والے مسائل اور اسلامی و قانونی احکامات :

۴۔ جہیز کا معنی و مفہوم، شرعی حیثیت اور معاشرے پر اس کے اثرات :

۵۔ جنسی ہراسگی کا بڑھتا ہوا معاشرتی رجحان اور اسلامی تعلیمات میں اس کا تدارک :

1۔ عورتوں کی آزادی رائے کا حق:

اسلام میں عورت کا مقام اس کی فطرت کے مطابق رکھا گیا ہے یہ ایک سچا اور مکمل مذہب ہے جس میں عورت کو بحیثیت انسان وہی حقوق حاصل ہیں جو کہ مرد کو ہیں۔ عورت کو سماجی انصاف کے اصولوں کے تحت نفسیاتی اور جذباتی تسکین حاصل کرنے کی آزادی ہے۔اسلام کے علاوہ کوئی بھی مذہب ایسا تصور پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مساوات اور اخوت کے بلا امتیاز احترام آدمیت کا اسلامی درس کسی بھی معاشرے میں اعلیٰ ترین سماجی انصاف کے نظام کی بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ان معاملات میں اسلام نے مرد و عورت کو برابری کی حیثیت دی ہے۔ مگر ان کا معاشرتی مقام ان کی فطرت کے مطابق الگ ہے۔اسلام نے عورت کو روحانی اور دینی فرائض کی بجاآوری میں مساوی قرار دیا ہے اور معاشی اور معاشرتی حقوق دے کر اس کا فطری اور طبعی رتبہ بحال کیا ہے۔قرآن نے واضح طور پر اعمال کے معاملہ میں دونوں کو برابر کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔اچھے اعمال کا بدلہ ہر مرد وزن کو جنت کی صورت میں جب کہ برے اعمال کا نتیجہ دوزخ کی صورت میں ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَہِيْنَةٌ(2)

ہر جان اپنی کرنی (اعمال) میں گروی ہے۔

یعنی جو بھی مرد وزن کوئی بھی عمل کرے گا اس کو اس کے مطابق جزا اور سزا ملے گی۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَہُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّہُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّہُم أَجْرَہُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُون۔(3)

جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انھیں ان کا نیک دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہوں۔

نیک عمل اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا اچھا بدلہ ہر انسان کو ملے گا اس میں کسی بھی جنس کی تفریق یا امتیاز نہیں ہے اور اسی طرح اپنی رائے کے اظہار میں مرد کو آزادی دی گئی ہے اسی طرح عورت کو بھی آزادی رائے میں وہی حق حاصل ہے۔ اسی لیے نکاح جیسے پاکیزہ بندھن میں عورت کی رائے کو مکمل آزادی کے ساتھ قبول کیے جانے کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور اولیاء کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ نکاح کے معاملے میں لڑکی کی رضامندی ضرور لی جائے اور اگر عورت کو ولی کے کیے گئے فیصلے پر اعتراض ہو تو اس کو نکاح کے فسخ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔ حدیث میں ہے

عن عائشه انفتاة دخلت عليها فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیه لیرفع بی خسیستة و انا کارهة ۔قالت اجلس حتی یاتی النبیﷺ ۔فجاء النبیﷺ فاخبرته فارسل الی ابیہا فدماہ فجعل الامر الیها ،فقالت یا رسول اللہﷺ فقد اجزت ما منع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء من الامر شیء(4)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا نکاح میرے باپ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ کر دیا تاکہ میرے ذریعے اسکی خست کو دور کرے جبکہ میں اسے پسند نہیں کرتی۔حضرت عائشہؓ نے اسے نبی کریمﷺ کے انتظار میں بیٹھنے کو کہا۔آپﷺ کو جب تمام واقعہ سنایا گیا تو آپﷺ نے والد کو بلوا کر عورت کو اختیار دیا۔ عورت نے کہا یا رسول اللہﷺ میرے والد نے میرا نکاح جو کر دیا ہے میں اسے برقرار رکھتی ہوں۔میں دراصل یہ جاننا چاہتی تھی کہ کیا عورتوں کو اپنے نکاح میں حق ہے ؟

ایک اور حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں :

عن ابن عباس انجاریة بکرا اتت النبیﷺ فذکرت له ان اباها زوجها وهی کارهة :فخیرها النبیﷺ (5)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ کی خدمت میں ایک کنواری لڑکی حاضر ہوئی اور کہا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی اسمیں کی کہ وہ رشتہ کو ناپسند کرتی تھی تو آپﷺ نے اسے نکاح کو رد یا اختیار کرنے کا حق دیا۔

لیکن عصر حاضر میں پاکستانی معاشرے میں عورت بیوہ بھی ہو جائے تو اس کے خاندان (والد اور بھائی) کے افراد اس کی دوسری شادی کے لیے یہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ عورت کی رائے ہی لے لی جائے بلکہ کئی قبائلی علاقوں میں تو پنچایت ہی فیصلہ کر رہی ہوتی ہے کہ عورت کو کس رسم و رواج کی بھینٹ چڑھانا ہے؟ حالانکہ اسلام کنواری کی رائے اور بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کی مکمل رضامندی کا قائل ہے لیکن پاکستانی معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر غیر اسلامی رسم و رواج کو نہ صرف عام کیا جا رہا ہے بلکہ کھلم کھلا ان کا انکار کیا جا رہا ہے۔

نبی اکرمﷺ کے زمانے میں تو ضرورت پڑنے پر عورتیں جنگ میں بھی حصہ لیا کرتی تھیں لیکن بعد میں صحابہ کرامؓ کا دور آیا تو عورتیں سیاسی ،معاشرتی بلکہ یہاں تک کہ مذہبی امور میں بھی اپنا مشورہ اور آراء کا اظہار آزادی سے کرتی تھیں۔حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک مرتبہ مہر کی حد مقرر کرنا چاہی تو ایک عورت نے بر سر عام ٹوک دیا اور بتایا کہ نبی اکرمﷺ نے حد مقرر نہیں کی تو آپؓ کس طرح کر سکتے ہیں ؟جس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ عمر غلطی پر تھا اور عورت ٹھیک تھی۔(6)

چونکہ اسلام ایک آفاقی دین ہے اور اس میں تمام لوگوں کے حقوق کی رعایت رکھی گئی ہے اس وجہ سے اسلام نے اظہار رائے کی بھی کچھ حدود قائم کر رکھی ہیں کیونکہ کوئی بھی چیز حد سے تجاوز کرے تو وہ بد نما لگتی ہے۔ایسی اظہار رائے کی آزادی جس میں کسی کی کردار

کشی کی ہو یا وہ اظہار رائے جو معاشرے میں فساد کا باعث بن جائے تو اس سے منع کیا گیا ہے اور اس کو پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاذْكُرُواْ آلاء اللّهِ وَلاَ تَعْثَوْا فِىْ الأَرْضِ مُفْسِدِيْن (7)

پس تم اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ اور زمیں میں فسادی بن کر نہ پھیرو۔

لیکن بد قسمتی سے آج بھی پاکستانی معاشرے میں عورت اپنے اس حق کے حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ نہ تو اسے مرد کی برابری کی حیثیت حاصل ہے اور نہ اس کو مرد کے برابر حقوق دیئے جاتے ہیں ۔ عورت کو آزادی رائے کے اظہار کے وقت کبھی موت کی بھنیت چڑھنا پڑتا ہے تو کبھی غیرت کے نام پر عورت اس قربانی کا حصہ بنتی ہے اور کبھی قبائلی رسم و رواج اس کے ساتھ انصاف کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں آج بھی پسند کی شادی یا اس کے اظہار کرنے پر نہ صرف لڑکیوں کو بلکہ بعض دفعہ تو لڑکوں کا قتل عام بھی روز مرہ کے معمولات میں شامل ہے۔ اکیسویں صدی کے اس جدید دور میں جب عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں تو پاکستانی معاشرے میں اس وقت بھی دنیا کے مقابلے میں تعلیم نسواں کا فیصد انتہائی کم ہے۔ آج بھی کئی علاقے ایسے ہیں جہاں لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی ہے یا ان کو سکولوں کی طرف بھیجنا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ کئی مفتیان نے خاص حدود و قیود کے ساتھ عورت کو تعلیم کی جاازت دی ہے جیسا کہ مفتی عبد الوہاب اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ چاہے دینی یا دنیاوی تعلیم کے لیے بالغ لڑکیاں دو شرائط کے ساتھ تعلیمی اداروں میں جا سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ادارے کا تمام سٹاف، پڑھنے اور پڑھانے والی خواتین ہوں یا پڑھنے والی خواتین مردوں سے پردے میں پڑھ سکتی ہیں۔ مطلب یہ کہ اختلاط اور بے پردگی کا ماحول نہ ہو۔ راستے سے آتے جاتے شرعی پردے کا اہتمام ہو۔ (8)

لیکن اس کے باوجود بھی کوئی لڑکی علم حاصل کرنا چاہتی ہے تو پورا خاندان اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ایسے جملے بھی سننا پڑتے ہیں کہ اس نے پڑھ لکھ کر کیا کرنا ہے؟ بس گھر کے کام میں والدہ کا ہاتھ بٹائے۔ بچیوں کو اس طرح سے نہ صرف اظہار رائے سے روکا جاتا ہے بلکہ ان کے بنیادی حقوق بھی اس معاشرے میں حاصل نہیں ہیں۔ اسی طرح جب لڑکیاں پڑھ لکھ جائیں اور والدین سے گزارش کریں کہ ہم ملازمت کرنا چاہتی ہیں تا کہ والدین کا ساتھ دیں سکین تو پاکستانی معاشرے میں عورت کی کمائی کو نہ صرف حرام سمجھا جاتا ہے بلکہ ان کے گھر سے نکلنے پر پابندی لاگو کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ گھر بیٹھو اور فوراً اُن کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اسلام عورت کو آزادی رائے اور ایسے معاملات میں اجازت دیتا ہے جن میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔ اس مکمل بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف مرد کو بلکہ عورت کو بھی اظہار رائے کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے اور یقیناً اسلام نے اخلاقیات کے اصول و قوانین کو متعین کر کے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن پاکستانی معاشرے میں ایسے رسم و رواج سرایت کر چکے ہیں جو ہندوانہ سوچ اور مذہبی اثرات کی عکاسی کرتے ہیں۔

2۔وراثت سے محرومی اور اسلامی طرز عمل:

اسلام کی ضوفشانی سے قبل عورت کے مقام و مرتبہ کا تصور بھی محال تھا۔اسے نہایت نفرت و حقارت سے دیکھا جاتا تھا لڑکی کی پیدائش ذلت و عار سمجھی جاتی تھی۔جاہل معاشرہ کے لوگ بیٹوں کو ترجیح دیتے اور بیٹیوں کو بوجھ گردانتے تھے اسی وجہ سے مال میراث کے بارے میں اہل عرب کا یہ نظریہ تھا کہ جائداد کا وارث اور حق دار صرف اور صرف مرد ہے اس لیے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اسلحہ اٹھاتا ہے،جنگ کرتا ہے جب کہ عورتیں ان تمام صفات سے محروم ہیں۔لہٰذا وہ وارث یا ورثہ کی حق دار نہیں ہو سکتیں۔

قال سعيد بن جبيرو قتاده كانالمشركون يجلعون المال للرجالالكباروﻻ يورثون النساء وﻻ الاطفال شيأ۔(9)

سعید بن جبیرؓ اور قتادہؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی بڑی اولاد کو اس کا مال مل جاتا۔چھوٹی اولاد اور عورتیں بالکل محروم رہتیں۔(بلکہ ایک منقولہ جائیداد کی طرح تقسیم ہو جاتی تھیں)۔(10)

یہ اسلام کا عورت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے صنف نازک کو جو تحت الثریٰ میں پڑی تھی اسے اٹھا کر رفعتوں سے ہمکنار کیا۔جہاں اس کی حیثیت کو تسلیم کیا وہاں اس کو اپنے باپ سے، شوہر سے،اولاد سے اور قریبی رشتہ داروں سے وراثت کا حق دیا۔

لِّلرِّجَالِ نَصيِبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاء نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيْباً مَّفْرُوضا(11)

مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ، تھوڑا ہو یا بہت، حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

یہ اسلام کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عورت کو یہ حقوق دیئے اور ان حقوق کو قانون کا درجہ دیا اور عورت کی حیثیت کو مضبوط کیا جس کے اثرات پورے انسانی معاشرے پر مرتب ہوئے اور اس بات کا اعتراف دور حاضر کے غیر مسلم اصحاب بھی کھلے دل سے کرتے ہیں۔

J.M.Robert(جے ایم رابرٹس) لکھتے ہیں

> It's coming was in many ways revolutionary, it kept women, for example, In an inferior position but gave them legal rights over property not available in many European countries until the nineteenth century.(12)

اسلام کی آمد بہت سے پہلوؤں سے انقلابی تھی،مثال کے طور پر عورتوں کا مردوں کے مقابلے میں کم درجہ تھا مگر اس نے عورتوں کو جائیداد پر قانونی حق دیا جو کہ یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو ۱۹ صدی عیسویں تک بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

دہلی ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس مسٹر راجندر سچر نے یہی بات قدیم ہندوستان کے حوالہ سے کی کہ تاریخی طور پر اسلام عورتوں کو جائیداد کے حقوق دینے میں زیادہ فراخ دل اور ترقی پسند رہا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۵۶ء سے پہلے ہندو عورتوں کو جائیداد میں کوئی حصہ نہ تھا جب کہ اسلام مسلم عورتوں کو یہ حقوق ۱۴۰۰سال پہلے دے چکا تھا۔(13) اللہ تعالیٰ نے نہ صرف وراثت کا حکم دیا بلکہ تقسیم کا بھی تعین کر دیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ سعد بن ربیعؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یہ دو لڑکیاں سعد کی ہیں ان کے والد جنگ احد میں آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور ان کا نکاح مال کے بغیر نہیں ہو سکتا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ان کا فیصلہ خود فرمائے گا ۔چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی ،آپ ﷺ نے ان کے چچا کی طرف آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ دو تہائی ان بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی ماں کو اور باقی مال تمہارا ہے۔(14)

قرآن مجید کی رو سے وراثت کا قانون سورہ انساء میں موجود ہے۔

يُوصِيْكُمُ اللهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْ۔(15)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں،بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔

پھر ارشاد ہوا۔

فَإِن كُنَّ نِسَاء فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔(16)

پھر اگرنری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر ہوں توان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا۔

اور اگر دو سے زیادہ عورتیں ہوں تو ان کے لیے ترکے کا ایک تہائی ہے اور اگر ایک ہی عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔پھر بیوی کے بارے میں بتایا کہ ان کا حصہ ایک چوتھائی ہے۔تمہارے ترکہ میں سے بشرطیکہ تمہاری اولاد موجود نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو پھر بیوی کا آٹھواں ہے۔اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ بیوی کا آٹھواں ،بیٹیوں کو دو تہائی اور باقی بھائیوں کو حصہ دو۔(17) بیٹے بیٹیوں کی وراثت کے لیے ایسا قاعدہ اور کلیہ بنا دیا کہ جب مرنے والے کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ان کے حصہ میں جو مال آئے گا اسی طرح تقسیم ہو گا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مل جائے۔مثلاً کسی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑیں تو اس کے مال کے چار حصے ہوں گے تو 2/4 لڑکے کا اور 1/4 لڑکی کو دیا جائے گا۔(18)

جس طرح اسلام نے خواتین کو ملکیت کا حق دیا ہے اسی طرح پاکستانی قانون میں بھی خواتین کو وراثت کے لحاظ سے وہی اہمیت حاصل ہے۔

Mother:

1.The mother gets 1/6, when there is a child or child of a son or there are two or more brothers or sisters or even one brother and one sister.

2.She gets 1/3, when there is no child of a son and not more than one brother or sister 3. She gets 1/4, when there are also wife and father.

Wife:

She gets 1/8, when there is child or child of son, if the number of wives is more than one , they jointly get 1/8.

Daughter:

.She gets 1/2 when one and and no son.1

.When the number is more than one, they get 2/3 provided there is no son.2

.3. If there is son, she residuary with the son and takes 1/2 share than that of son. In other words the son takes a double portion. (19)

ماں کا حصہ: (ا) اگر میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد (پوتے پوتیاں) ہوں یا میت کے دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔اگر میت کی اولاد بھی نہ ہو، پوتے پوتیاں بھی نہ ہوں اور بہن بھائی بھی نہ ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔

۳۔اگر میت کی بیوی یا باپ ہو تو ماں کو چوتھا حصہ ملے گا۔

بیوی کا حصہ: (ا) اگر میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو تو اس صورت میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

۲۔اگر میت کی کوئی بھی اولاد نہ ہو اور ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس صورت میں سب کو مشترکہ طور پر چوتھا حصہ ملے گا۔

بیٹی کا حصہ: (ا) اگر میت کی اولاد میں صرف ایک ہی بیٹی ہو تو اس کو ملکیت میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

۲۔اگر بیٹیوں کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو گی تو ان کو ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا۔

۳۔اگر میت کا بیٹا ہو گا تو بیٹی بیٹے کے ساتھ حصہ دار ہو گی لیکن بیٹے کی نسبت بیٹی کو آدھا حصہ ملے گا۔

اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قوانین میں وراثت کے احکامات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اسلامی تعلیمات نے جن جاہلانہ رسومات کا خاتمہ کیا، ان میں خواتین کو وراثت کے حق سے محروم کرنا بھی تھا لیکن آج بدقسمتی سے پاکستانی معاشرے میں بھی خواتین کو کئی مختلف بہانوں سے وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے جن میں سے ایک بہانہ جہیز کا بھی ہے۔ جس کا اثر تقریباً پورے پاکستانی معاشرے میں نظر آتا ہے۔ محمد شریف شاکر اس بابت لکھتے ہیں کہ جہیز کی رسم خواتین کو وراثت سے محروم کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ اسے جہیز دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ لڑکی جہیز لے جاتی ہے اس لیے اس کو ورثہ نہیں دیا جائے گا۔**(20)**

3۔کم عمری کی شادی اور پیدا ہونے والے مسائل اور اسلامی احکامات:

عورت کا معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں ہمیشہ اہم کردار رہا ہے۔ نسل انسانی کا استحکام اور نشو و نما پانا اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لیکن ہمارے اس خطے میں (خصوصاً پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش) عورت پر کئی ذمہ داریوں کے علاوہ اس کو مختلف قسم کے مسائل سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ دنیا کے اس حصے میں ہمارے علاقائی تہذیبی رویوں کی بناء پر عورتوں کے کئی حقوق سلب کیے جاتے ہیں اور ان کو معاشرے میں بڑی حد تک ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ آج کے اس جدید دور میں بھی عورتوں کو درپیش ہے اور وہ والدین کا ان کی کم عمری میں شادی کرنا ہے۔ دنیا کے بے شمار ممالک میں بچیوں کی بچپن میں شادی کر دی جاتی ہے تاکہ ان کے بوجھ سے نجات حاصل کی جا سکے اس حوالے سے بھارت سرفہرست ہے

۔پاکستان میں ۱۹۵۵ء میں حکومت پاکستان نے عائلی اصلاحات کے لیے ایک کمیشن قائم کیا جس نے دیگر سفارشات کے ساتھ یہ سفارش بھی کی کہ کم عمر کی شادیوں پر پابندی لگا دینی چاہیے لیکن علمائے کرام نے ان سفارشات کے خلاف شدید مزاحمت فرمائی اور حکومت پاکستان نے اس میں عافیت سمجھی کہ کمیشن کی سفارشات کو التواء میں ڈال دیا جائے۔اس آرٹیکل میں کم عمر میں لڑکوں اور خاص طور پر لڑکیوں کی شادی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں ایسا کوئی رواج نظر نہیں آتا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ لوگ چھوٹی عمر میں بچیوں کی شادی کے عادی تھے اور نہ ہی مستقل طور پر کسی مصنف نے اس موضوع کو یکجا کر کے لکھا ہے۔

بس یہ معلوم ہو پایا ہے کہ اسلام سے قبل عربوں میں جواں مردوں اور عورتوں کی شادیاں ہوا کرتی تھیں۔اسی طرح عہد نبوت میں بھی کم عمری کی شادیوں کا رواج موجود نہ تھا حالانکہ بیوہ اور کنواری جواں لڑکیوں کے نکاح کس طرح کیے جائیں گے کے ارشادات نبوی ﷺ کتب احادیث میں کثرت سے ملتے ہیں۔

جیسا کہ مسلم کی روایت ہے کہ

> عن ابی ہریرہ :عن النبی ﷺ قال ،لا تنکح الثیب حتی تستامر ،ولا البکر حتی تستاذن ،و اذنہا الصموت(21)
>
> حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت کیسے ہو گی فرمایا اسکی خاموشی.
>
> قال رسول اللہ ﷺ الایم احق بنفسہا من ولیہا ولبکر تستامر فی نفسہا(22)
>
> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثیبہ کا نکاح اسکی رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے اور باکرہ کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔

بیوہ عورت اپنے ولی کی نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے مشورہ کرنا ضروری ہے اور اس کی خاموشی کو اجازت سمجھا جائے

قرآنی آیات میں موجود اشارات:

ویسے تو اسلام نے شادی کے لیے عمر کی کوئی قطعی حد بندی نہیں کی ہے تاہم عمر کے بارے میں ایک سنجیدہ فیصلے میں عمومی اشارے ضرور ملتے ہیں جیسا کہ سورہ النساء میں ہے۔

وابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتَّىَ إِذَا بَلَغُواْ النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُواْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَأْكُلُوهَا إِسْرَافاً وَبِدَاراً أَن يَكْبَرُواْ۔(23)

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ جب نکاح کے قابل ہو جائیں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور انھیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ اصل بلوغ کی عمر کے ساتھ مقصد نہیں ہے بلکہ اس کا مدار ان آثار پر ہے جو بالغوں کو پیش آتے ہیں۔ان آثار کے اعتبار سے جس وقت بھی وہ نکاح کے قابل ہو جائیں گے بالغ سمجھیں جائیں گے خواہ عمر تیرہ ۱۳، چودہ ۱۴ سال ہی کیوں نہ ہو۔البتہ آثار نمایاں نہیں ہیں تو عمر کا اعتبار ہوگا اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔بعض نے لڑکے کے لیے عمر اٹھارہ سال اور لڑکی کے لیے تیرہ سال مقرر کی ہے۔(24) پیر کرم شاہ فرماتے ہیں کہ اموال لوٹانے کے لیے دو شرائط یعنی بلوغ اور رشد (دانائی) ہونی چاہیے۔رشد سے مراد مالی انتظام اور کاروبار کی سوجھ بوجھ ہے۔(25) مفتی صاحب کے مطابق قرآن نے رشد کی کوئی آخری میعاد کی صراحت نہیں کی اور امام اعظم کی تحقیق کے مطابق عدم رشد سے مراد ہے جو بچپن کے اثر سے ہو اور بالغ ہونے کے دس سال بعد تک بچپن کا اثر ختم ہو جاتا ہے اس لیے پندرہ سال میں عمر بلاغ اور دس سال میں رشد، یہی کل پچیس سال کی عمر ہو جانے پر (دانائی) ضرور حاصل ہو گی۔(26) آیات قرآنی اور بیان کردہ تفاسیر کی روشنی میں اگر بلوعت کے بعد بھی لڑکی کے لیے اس عمر کا انتظار کر لیا جائے جس میں وہ اس قابل ہو سکے کہ اتنی بڑی ذمہ داری کو بخوشی قبول کر سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کم عمری میں اس کی شادی نہ کی جائے۔بعض اوقات اس کے کئی برے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں مثال کے طور پر،

(۱) جیسا کہ بعض اوقات حیاتیاتی طور پر بیویوں کے ساتھ (جو جسمانی طور پر پختہ نہیں ہوئیں) مباشرت درد اور زخم کا باعث بن سکتی ہے اور حمل کی صورت میں ماں اور بچے کے لیے زندگی بھی خطرے کا سبب بن سکتی ہے۔

(۲) اس کی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے کیونکہ شادی کے بعد ہمارے معاشرے میں اس کے لیے تعلیم حاصل کرنا آسان نہیں رہتا۔

(۳) انہیں اکثر اپنے سے بڑی عمر کے شوہروں اور سسرالیوں کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور وہ اپنا دفاع کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔

(۴) ہر انسان کو اسلام آزادی رائے کا حق دیتا ہے لیکن بچی کی چھوٹی عمر میں شادی ہونے کی وجہ سے اس کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہو رہی ہوتی ہے۔

(۵) چھوٹی عمر کے بچے جننے کی وجہ سے نہ صرف ان کی صحت گر جاتی ہے بلکہ بعض اوقات موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

بہر حال بعض اوقات معاشرتی حالات کی بناء پر ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں جن کو سامنے رکھ کر اس عہد کے معاشرتی حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ قوانین ہمیشہ وقت کے معاشرتی حالات کے مطابق ہی نافذ کیے جاتے ہیں۔ مسائل ہر دور میں رونما ہوتے ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ کے دور اقدس میں کم عمری کی شادیوں کا رواج سامنے نہیں آیا ہو گا جس کی بناء پر علوم اسلامیہ اس پہلو میں خاموش نظر آتا ہے لیکن اگر آج میڈیکل سائنس لڑکی کی چھوٹی عمر میں شادی کرنے کے نقصانات بتاتی ہے تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ لڑکی اس عمر میں آ جائے جہاں وہ کم از کم اس قابل ہو جائے کہ زوجین کے اس رشتہ کو پوری عمر نبھانے کے لیے تیار ہو سکے اور وہ اس کو اپنی رشد (دانائی) کی وجہ سے قبول بھی کر سکتی ہو۔ انہی خدشات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی ملک میں ایسا قانون نافذ کرتا ہے جس میں ایک انسان کی زندگی کی حفاظت کرنا مقصود ہے تو یہ عمل عین شریعت کے مطابق ہو گا جیسا کہ پاکستان مسلم لاء میں لکھا گیا ہے جس کی اصل بنیاد

Child marriage restraint Act, 1929 ہے۔ اس قانون کے مطابق **Child marriage** سے مراد,

A. Child means a person who, if a male is under eighteen years of age and if a female is under sixteen years of age.

B. Child marriage means a marriage to which either of the contracting parties is a child.

C. "Contracting parties" to a marriage means either of the parties whose marriage is
(Or) is about to be there by solemnized (27)

لیکن یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ اس قانون میں استعمال ہونے والی شقیں ایسی نہ ہوں جو قرآن و سنت سے ٹکراتی ہوں جیسا کہ اسلام بالغ لڑکی اور لڑکے کو شادی کے لیے نہ صرف آزاد رکھتا ہے بلکہ اس کی پسند اور ناپسند کا بھی خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے اور ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتا لیکن اس قانون میں نہ صرف لڑکے کے لیے بلکہ لڑکے اور لڑکی کے والدین کے لیے بھی سزا رکھی گئی ہے جو کہ بحث طلب مسئلہ ہے۔

"Whoever performs, conduct(or) directs any child marriage shall be punishable with simple imprisonment which may extend to one month or with fine which may extended to one thousands rupees or with both, unless he proves that he had reason to believe that the marriage was not a child marriage.(29)

اسی طرح کسی بھی خاندان کے اولیاء مل کر رضامندی سے بالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دیتے ہیں جس میں دونوں کی رضامندی شامل ہو تو اس پر بھی کوئی گرفت نہیں ہونی چاہیے لیکن محمد محمود ایڈووکیٹ **The constitution of the Islamic republic of Pakistan 1973** کے ایڈیشن ۲۰۱۲ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

> Under the Muslim personal law the girl being under the age of 16 years is, in view of the child marriage restraint Act of 1929, in competent to contact a marriage. It is true that the said act does not permit the marriage of a girl below the age of 16 years. (29)

بہر حال دونوں پہلو ہی غور طلب ہیں اور دونوں کو ہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ حالات میں اگر کسی نے ایسا قدم اٹھالیا ہے اور اس کو اٹھانے کے لیے مجبور ہے تو اس کی کفالت کا ذمہ حکومت وقت کو برداشت کرنا چاہیے نہ کہ خاندانوں کو عدالت کے کٹھرے میں لا کھڑا کیا جائے اور اسی طرح اگر اس کے نقصانات زیادہ ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے تو بنیادی طور پر معاشرے میں اس کی آگائی پیدا کی جائے تا کہ ذی شعور لوگ اس کو قبول کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قانون کی بیان کردہ شق کا مقصد ان مفاسد کو دور کرنا ہے جو کمسنی کی شادیوں کی وجہ سے پیش آتے ہیں وہ بلا شبہ اپنی جگہ مسلم ہیں لیکن ان مفاسد کا صحیح حل یہ نہیں ہے کہ کمسنی کی شادیوں کو بالکل قانوناً ممنوع قرار دے دیا جائے بلکہ پاکستانی معاشرے میں نکاح اور رخصتی کے مختلف رسم ورواج کو ایسی اصلاحات میں ڈھالا جائے کہ شرعی پہلو پر بھی کسی قسم کی قدغن نہ پڑے اور قانونی مقاصد بھی حاصل ہو جائیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر تعلیمی معاشرے اور شہری معاشرے کا تقابل دیہاتی لوگوں سے کیا جائے تو شہروں میں تعلیمی ماحول رکھنے والے خاندان جلد شادی کرنے کا رجحان نہیں رکھتے تو بہتر یہ ہے کہ اس معاشرے کو تعلیمی آگاہی سے اس قدر روشناس کروایا جائے اور نصاب کو مختلف تعلیمی درجات پر اس مسئلہ پر مواد کو جمع کیا جائے جس کی وجہ سے لوگوں میں یہ شعور پیدا ہو کہ بچوں اور بچیوں کی شادی ایک مناسب عمر میں کی جائے جب وہ اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائیں نہ کہ کوئی ایسی قانون سازی کی جائے جو کہ شریعت کے بنیادی اصولوں کے منافی ہو۔ اگر کوئی کمسنی میں نکاح یا شادی ہو جاتی ہے تو شریعت میں خیار بلوغ کا قانون بھی موجود ہے۔ (کتب فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں) اس کو استعمال میں لایا جائے نہ کہ والدین کو جیل کی سلاخیں کاٹنی پڑیں۔

4۔ جہیز کا معنی ومفہوم شرعی حیثیت اور معاشرے پر اس کے اثرات:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کامل ضابطہ حیات فرما کر آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو دائمی اور آفاقی قرار دیا ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ کی روشنی میں راہنمائی نہ کی ہو اور کوئی بھی پہلو تشنہ رہ گیا ہو۔ اسلام نے معاشرے کی تربیت واصلاح پر کافی زور دیا ہے اور اس کی معاشرتی، اخلاقی، روحانی اور طبّی مقاصد واہمیت کو اجاگر کیا ہے اسی لیے قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ نے معاشرتی زندگی کے وہ بنیادی مسائل جن کا تعلق معاشرے اور خاندانی نظام سے ہے ان اہم معاملات و مسائل اور جزئیات پر سیر حاصل ابحاث کی ہیں جو کہ تمام زبوں حال ذریت آدم کے لیے تا قیامت مشعل راہ ہیں۔ معاشرے کے استحکام کا سہرا عائلی زندگی کے مروجہ طریقہ نکاح میں پنہاں ہے اور نکاح سنت انبیاء ہے اس لیے اسلامی تعلیمات نے عائلی زندگی سے متعلق تمام معاملات جن میں مہر، نان ونفقہ کا تعین، اولاد کی تربیت، حقوق کی ادائیگیاں شادی بیاہ اور دیگر متعلقہ مسائل میں رہنمائی کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے ایسے مسائل معاشرے میں سرایت کیے ہوئے ہیں جو خاندانی نظام کے استحکام و پائیداری کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں اور نکاح جیسے بندھن کو جہاں اسلامی تعلیمات آسان تر بناتی ہے وہیں معاشرے میں بڑھتے ہوئے غیر اسلامی رسم و

رواج وبائی مرض کی مانند وقت سے ساتھ پھیلتے چلے جارہے ہیں جو کہ معاشرے کی نہ صرف اسلامی بلکہ اخلاقی اقدار کو بھی دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔انہی رسم ورواج میں ایک معاشرتی مسئلہ شادی کے موقع پر جہیز دینے اور آج کل تومانگ لینے کی رسم بھی موجود ہے۔دراصل برصغیر میں مشترکہ معاشرت کے بہت سے اثرات مسلم تہذیب وثقافت اور پاکستانی معاشرے پر پڑے ہیں جس کے باعث بہت سی رسومات مسلم معاشرے کا حصہ بنتی چلی گئیں ہیں۔رسم جہیز بھی اسی کی ایک کڑی ہے جس نے نکاح جیسے پاکیزہ بندھن کو انتہائی مشکل بنادیا ہے اور ہمارے معاشرے میں لاینفک تصور کیا جاتا ہے اور مسلم معاشرہ اس کو تحفظ اور دوام بخش رہا ہے ۔اس کو شادی کا لازمی حصہ سمجھا جارہا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں کئی ایک معاشی ،معاشرتی،اخلاقی اور نفسیاتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ہم یہاں اس کی شرعی حیثیت اور معاشرے پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیں گے ۔

جہیز کا معنیٰ ومفہوم:

لفظ جہیز عربی زبان کے لفظ جھاز سے نکلا ہے۔جس کا مصدر تجھیز ہے اور مطلب سازوسامان۔

مفردات میں ہے :

الجھاز ما یعد من متاع وغیرہوالتجھیز حمل ذلک اوبعثہ۔(30)

جہاز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو (کسی کے لیے) تیار کیا جاتا ہے اور تجہیز کا معنی سامان کو اٹھانا یا بھیجنا۔

المنجد میں ہے :

الجھاز للبیت او للمسافر و للعروس یحتاج الیہ۔(31)

جہاز، گھر یا مسافر یا دلہن کے لیے وہ سامان ہے جس کی احتیاج ہوتی ہے۔

نوراللغات کے مطابق جہیز وہ اسباب ہے جو لڑکیوں کو شادی کے وقت مائیکے سے ملتا ہے۔(32)

بلوچی زبان میں جہیز کو ڈاج کہتے ہیں۔(33) پنجابی لغت میں درج ذیل معنی ہیں داج، دہیج، دت دات (34)

اصطلاح میں جہیز ایسے سروسامان کو کہتے ہیں جو لڑکی کے نکاح میں اس کے ہمراہ دیا جاتا ہے انسائکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز کا مقالہ نگار لکھتا ہے :

> Dowry is the property which a man receives when he marries, either his wife or from her family.(35)

دراصل جہیز شادی کے موقع پر والدین کی جائیداد (زیور، کپڑے یا دیگر) کی بیٹی کے نام منتقلی ہے۔جہیز کو شادی کی حکمت عملی کے ایک حصے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔یہ رسم عام طور پر برصغیر میں شادی کے ساتھ وابستہ دکھائی دیتی ہے۔**Devasia** اپنی کتاب **Female victims** میں اس کی وضاحت کچھ یوں کرتی ہے۔

> Dowry is regarded as a gift in cash or kind given to the bride groom or to his family members during, before or after the solemnization of marriage.(36)

جہیز رقم یا کسی چیز کی صورت میں ایک تحفہ ہے جو دولہا یا اس کے اہل خانہ دوران شادی یا قبل از شادی یا پھر تقریبات شادی کے اختتام پر دیا جاتا ہے۔

ہمارے پاکستانی معاشرے میں اس مال کی تعداد اور قیمت کہیں زیادہ ہوتی ہے کہیں تو والدین خود دیتے ہیں لیکن آج کل اس کو دین کا حصہ سمجھ کر مانگا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے حصول مال اور مصارف مال کا ایک معتدل ضابطہ مرتب کیا ہے اور بے جا خرچ کرنے کو فضول خرچی بلکہ شیطانی عمل قرار دیا ہے جب کہ جہیز کی مد اس عمل کو کافی فروغ دیا جارہا ہے اور ایسی فضول خرچی کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً۔ إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورا۔(37)

غلط کاموں میں استعمال کیا گیا ایک روپیہ بھی فضول خرچی ہے۔امام قرطبیؒ فرماتے ہیں

من انفق درهما فی حرام فهو مبذر۔(38)

جس نے حرام کام میں ایک درہم خرچ کیا تو وہ فضول خرچ ہے۔

ہمارے معاشرے میں اس جہیز کی رسم کو ادا کرنے کیے لیے لوگ قرض اٹھاتے ہیں ،لڑکے والوں کا منہ بھرنے کے لیے نہ جانے کیسے کیسے حیلے اپنائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نوبت تنگ دستی اور بعض اوقات قرض کی ادائیگی کی وجہ سے لڑائی جھگڑا تک جا پہنچتی ہے۔حالانکہ اچھے کاموں میں بھی اس قدر خرچ کرنا جس سے انسان تنگ دست ہو جائے اور دوسروں کے سامنے دست سوال پھیلانے کی نوبت آ جائے تو ایسا کرنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے

من اقتصد اغناه الله ومن بذر افقره الله ، امن تواضعلله رفعه الله ومن تجبر قصمه الله (39)۔

جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کر دیا اور جس نے فضول خرچی کی اللہ نے اس کو محتاج بنا دیا اور جس نے اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کی اللہ نے اس کو سربلندی عطا کی اور جس نے تکبر کیا اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا۔

قرآن میں اللہ نے اپنے بندوں کا یہ امتیازی وصف بیان کیا ہے کہ وہ فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کی راہ کو اختیار کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً(40)

اور وہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہیں

فضول خرچی اسلام میں ممنوع ہے اور نکاح جیسے عمل میں جس کو اسلام نے آسان رکھا ہے میں تو بالکل ایسے معاملات جو غیر شرعی ہیں منع کیا گیا ہے۔نکاح نبی اکرم ﷺ اور تمام انبیاء کی سنت ہے۔نکاح صرف دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کا نام ہے،نہ باراتوں کی لمبی قطار،نہ تلک و جہیز،نہ عمدہ سے عمدہ کھانے کا نظم اور نہ ہی کوئی صرفہ و خرچہ۔نکاح کی سنت انتہائی آسان ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اعظم النكاح بركة ئايسره مؤنة۔(41)

"وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں۔"

لیکن افسوس کہ ہم نے غیروں سے متاثر ہو کر اس مقدس فریضہ کو مشکل سے مشکل تر بنا رکھا ہے اور ہمارے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے برخلاف رسم ورواج، فضول خرچی واسراف اور نمود ونمائش کے کے نت نئے دروازے کھل چکے ہیں۔ تلک (42)اور جہیز کو نکاح کا لازمی حصہ قرار دیا جاتا ہے۔

برصغیر میں رسم جہیز کی تاریخی حیثیت

جہیز کے بغیر شادی کا تصور محال سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسم دراصل ہندو معاشرے سے اختیار کی گئی ہے اور شہ وفر سے ہم اس پر پابند و سلاسل ہیں۔ صدیوں تک ہندو اور مسلم ایک معاشرے میں مل جل کر رہے ہیں اور انسانی فطرت کے مطابق انسان ماحول کے اثر کو قبول کرتا ہے اور ہمارے معاشرے پر ہندوانہ اثرات ابھی بھی غالب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے جہیز کو بھی ایک مستقل شکل دے رکھی ہے۔

جہیز کی تاریخ کے متعلق DrAltekar لکھتے ہیں:

> Dowry system, therefor was generally unknown in early societies and the same was the case with ancient Hindus'. In rich and royal families same gifts used to be given to sans-in- law at the times of marriage.(43)
>
> "جہیز کا تصور ابتدائی معاشرے میں عام چور پر غیر معروف تھا اور قدیم ہندوؤں کا بھی یہی حال تھا۔امیر اور شاہی خاندانوں میں شادی کے موقع پر چند تحفے دامادوں کو دینے کا رواج تھا۔"

علامہ وحید الدین لکھتے ہیں:

> شادی میں جہیز کی رسم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ رسم ہندوستاں اور پاکستان کے سوا دوسرے ممالک میں نہیں پائی جاتی۔ برصغیر ہند میں یہ رسم یقینی طور پر ہندوؤں سے آئی ہے۔ ہندو لوگ اپنے قدیم قانون کے مطابق بیٹی کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے تھے اس کی تلافی کے لیے یہ رواج پڑ گیا کہ سادی کے موقع پر لڑکی کو زیادہ سے زیادہ دیا جائے۔ چنانچہ وہ جہیز کے نام پر بیٹی کو دولت کا زیادہ سے زیادہ حصہ دینے لگے۔(44)

جہیز کی شرعی حیثیت۔

دین اسلام ایک مکمل زندگی کے لائحہ عمل کا نام ہے۔ کوئی زندگی کا ایسا پہلو نہیں جس میں قرآن وحدیث سے ہمیں رہنمائی نہ ملتی ہو اور اس کی روشنی میں محدثین، آئمہ، مجتہدین اور فقہاء کرام نے کوئی جزوی یا فروعی ایسی گفتگو تشنہ نہیں چھوڑی جس کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے باضابطہ طور پر تفصیلات نہ بتائی ہوں۔ حالانکہ عائلی زندگی اور خصوصی طور پر اس میں نکاح کی اہمیت روز روشن کی طرح نمایاں ہے۔ نکاح چونکہ انسان کی طبعی، فکری اور بنیادی ضرورت ہے اور نسل انسانی کو قائم رکھنے کی ایک ابدی چیز ہے تو شریعت

اسلامی نے اس کو کما حقہ اہمیت دی۔ معاشروں کے آپس میں گھولنے ملنے کی بناء پر تہذیبی اثرات کو قبول کرنا ایک فطری امر ہے اور ایسا ہی بر صغیر میں مسلمانوں کے ساتھ ہو۔ ہندوانہ رسومات کے زیر اثر پلنے والے مسلمان براہ راست کچھ ایسے رسم و رواج کو قبول کرنے لگے جو حقیقتاً اسلامی نہ تھے۔انہی میں سے ایک رسم آج کل مسلمان معاشرے میں سرایت کر چکی ہے وہ جہیز ہے۔چونکہ یہ رسم مسلمانوں کے تہذیب و تمدن میں بہت بعد میں داخل ہوئی اس لیے شریعت اسلامی ، فقہاء و محدثین اور متقدمین کی مصادر علمی ورثہ میں اس حوالے سے کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ جہاں متقدمین کے ہاں نکاح و ولیمہ کے احکامات ، مہر و زوجین کے کے باہمی حقوق ، طلاق وعدت اور رضاعت کے حوالے سے کوئی پہلو تشنہ نظر نہیں آتا تو کیسے ممکن ہے کہ اگر جہیز بھی اسلامی رسم و رواج سے تعلق رکھتا ہوتا تو اس کی تفصیلات تو کجا کم از کم جزئیات کا ذکر ہی قدیم مصادر علمی میں مل جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔تو اس طرح یہ بات واضح ہے کہ شرعی لحاظ سے عورت کے نان و نفقہ اور جہیز کی بابت ذمہ داری خاوند کی ہے۔ بیوی کی جملہ ضروریات اور اخراجات شرعاً اٹھانے کا ذمہ دار شوہر ہے۔

ہدایہ میں ہے:

> النفقه واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت او كافرة اذا سلمت نفسها الى منزله فعليه نفقتها و كسوتها و سكنها والاصل فى ذلك قوله تعالى(لينفق ذو سعته من سقنه)(45)

> بیوی مسلمان ہو یا کتابی اس کا ہر قسم کا خرچ خاوند پر واجب ہے جب کہ وہ (بیوی) اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دے اور اس کے گھر منتقل ہو جائے۔ اس خرچہ میں اس کی خوراک ، لباس اور رہائش کے لیے مکان داخل ہے اور اس حکم کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔

محمد ابو زہرہ اپنی کتاب الاحوال الشخصیۃ میں لکھتے ہیں :

> رائى الحنفيه وهو ان اعداد البيت على الزوج لان النفقة بكل انواعها ،مطعم و ملابس و مسكن عليه و اعداد البيت من المسكن مكان بمقتضى هذا ليس عرض الجهاز لانه عطاء و نحلة كما سماه القرآن فهو ملك خالص كها وهو حقها على الزوج بمقتضى احكام الزوج وليس ثمه من مصادر الشريعة ما يجعل المتاع حقا على المراء ولا يثبت حق من حقوق الزوج من غير دليل۔(46)

حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ گھریلو سامان کی ذمہ داری خاوند کے ذمہ ہے کیونکہ ہر قسم کا خرچہ ، کھانا ، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز و سامان رہائش کے مکان میں داخل ہے (جسے عرف عام میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے)۔پس اس اعتبار سے گھریلو ساز و سامان کی تیاری خاوند پر واجب ہوئی۔ حق مہر جہیز کا عوض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف عطیہ ہے جیسا کہ قرآن نے اس کا نام "نحلۃ" رکھا۔۔ وہ خالص بیوی کی ملک ہے اور خاوند کا اس پر حق ہے۔ مصادر شریعت میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بناء پر گھریلو ساز و سامان کی تیاری عورت کا حق قرار دیا جا سکے اور بغیر کسی دلیل کے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ نکاح کے بعد عورت کی ساری ذمہ داری کا مرد ضامن ہے۔اسلام جن چیزوں کا حکم دیتا ہے انہیں ہر حال میں ادا کیا جانا چاہیے۔دراصل ہمارے معاشرے میں جہیز کا یہ طریقہ کار عورت کو وراثت سے حصہ نہ دینے کی بناء پر لاگو کیا جاتا ہے اور عام طور پر لوگ یہ بات کہتے نظر آتے ہیں کہ یہ جہیز دراصل وراثت کی جگہ پر دیا جارہا ہے۔حالانکہ اسلام جہاں عورت کو معاشرتی ،اخلاقی اور قانونی حق عطا کرتا ہے وہی معاشی حق کی صورت میں وراثت کے احکام بھی نافذ کرتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں عورت کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے جو کہ شرعی احکامات کی سراسر خلاف ورزی اور گناہ کبیرہ میں شامل ہے۔پاکستان کے ثقافتی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق، شادی میں دیا جانے والا سامان نہ صرف والدین پر بوجھ ہوتا ہے بلکہ بچی کے ننھیالی رشتہ داروں پر بھی ڈالا جاتا ہے اور معاشرتی رسومات کو بنھانے کے لیے چارو ناچار ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔بعض اوقات کم سامان دینے پر لڑائی جھگڑا بھی ہوتا ہے کہ فلاں رسم ادا نہیں کی گئی ،مثلاً نانکی چھک نہیں دی گئی۔(نانکی چھک سے مراد دراصل دلہن کے نانا اور نانی اور ان کی غیر موجودگی میں ماموں دینے کی کوشش کرتے ہیں)اس میں کپڑے ،زیور کے علاوہ جہیز کی دوسری چیزیں شامل ہوتی ہیں یہ مشترکہ معاشرت کی دین ہے۔جیسا کہ ہندومت میں بیٹی کو وراثت نہیں دی جاتی اسے جہیز کی صورت میں جب کہ اس کی اولاد کو نانکی چھک کی صورت میں دیا جاتا ہے۔(47)جب کہ اسلام رسم جہیز کے برعکس عورت کو وراثت کا حق دیتا ہے حقوق نسواں میں سے یہ ایک اہم حق ہے

یُوصِیْکُمُ اللهُ فِیْ أَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ ۔فَإِن کُنَّ نِسَاء فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَہُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَإِن کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَہَا النِّصْفُ۔(48)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں،بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔ پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر ہوں تو ان کو ترکہ کی دو تہائیاور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا۔

اسی طرح ہمارے معاشرے میں والدین سے جہیز کو طلب بھی کیا جاتا ہے لیکن جیسا کہ پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ ہر چیز مہیا کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے لہٰذا خاوند یا اس کے گھر والوں کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لڑکی کے والدین سے جہیز کی مانگ کریں یا ان کو مجبور کریں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الصحیح انه لا یرجع علی المراۃ لسیء لان المال فی النکاح غیر مقصود۔(49)

صحیح یہ ہے کہ خاوند بیوی کے باپ سے کسی شے کا مطالبہ کرے کیونکہ مال نکاح میں مقصود نہیں۔

پاکستانی معاشرے میں پائی جانے والی یہ رسم انتہائی قبیح ہے۔بعض اوقات خاندان میں لڑائی اور فساد کا سبب بنتی ہے جس کی وجہ سے کتنے گھر اجڑ چکے ہیں اگر نئی زندگی کے آغاز پر کوئی تحفہ دینا بھی ہے تو اس کا تعلق حق وراثت کی محرومی یا لالچ اور دکھاوا سے نہیں ہونا چاہیے تو اس کے دینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔کیونکہ طبقات الکبریٰ میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینب کو ایک قیمتی ہار ان

کے نکاح کے موقع پر دیا تھا۔(50)اسی طرح شادی کے موقع پر بقدر ضرورت کچھ مال بیٹی کے ساتھ روانہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔لیکن اس سازو سامان کو برادری اور محلّہ والوں کے سامنے آرائش اور دکھاوے کے طور پر دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز شادی بیاہ کی تمام موقعوں پر سادگی اور میانہ روی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

معاشرے میں رسم جہیز اور عورتوں کی زندگی پر اس کے اثرات:

فتنہ جہیز نے معاشرے کا سکون اور اطمینان درہم برہم کرر کھا ہے جس کی بھینٹ چڑھنا مشرقی عورت کا مقدر بن چکا ہے کہیں عورت کو موت کی نیند سلایا جاتا ہے تو کہیں جہیز کے نام پر طلاق کے معاملات میں اضافہ ہو رہا ہے ، کہیں مار پیٹ کا بازار گرم ہے تو کہیں عورتیں موت کا پھندا گلے میں ڈالے لٹک رہی ہیں۔ایک عوامی تنظیم جس کا نام " عوامی یونین برائے جمہوری حقوق" ہے۔اس تنظیم نے ہندوستان میں گزشتہ سالوں کے دوران ۲۷ ہزار عورتیں جہیز کے جھگڑوں کی وجہ سے جلا کر مار ڈالی گئی ہیں۔(51)

ڈاکٹر مبشر حسین اس معاشرتی برائی کے بارے میں رقمطراز ہیں :

> "کہ عصر حاضر میں یہ سامان معمولی نہیں رہا بلکہ ٹرکوں پر لاد کر لے جانے والا سامان جس کے نہ لانے پر لڑکی کی سب خوبیاں غائب اور میکے سے خالی ہاتھ آنے کا طعنہ اس کا استقبال کرتا ہے۔گالی گلوچ، مار پیٹ، بہو کے نذر آتش ہونے اور چولہا پھٹنے کے واقعات روزانہ اخبارات کی زینت ہیں۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ بچیاں جو جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہ کر سکیں؟ یا وہ والدین جو جہیز کا بندوبست نہ کر سکیں ؟ یا وہ سسرال جنھوں نے لمبی فہرست لڑکی کے گھر والوں کی طرف روانہ کر دی ؟ یا وہ معاشرہ جس کی رسومات کو بہر حال پورا کرنا ناگزیر تھا؟ یا وہ ارباب اقتدار جنھوں نے اس رسم قاتل پر قابو پانے کی کوشش نہ کی ؟ "(52)

رسم جہیز شادی کی راہ میں رکاوٹ:

تعلیم سے فارغ ہوتے ہی لڑکے اور لڑکی کے والدین ان کی شادی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔اس معاشرے میں لڑکے کے برسر روز گار ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے جب کہ لڑکی کے والدین کو اس کے جہیز کی فکر وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے ۔حالانکہ لڑکیوں کی شادی جلد ہو جانی چاہیے لیکن رسم جہیز اس دور میں شادی میں رکاوٹ ڈالنے کا سبب ہے۔

حق وراثت سے محرومی:

رسم جہیز کی بناء پر ہمارے معاشرے میں عورت کو وراثت کے حق سے محروم کیا جاتا ہے اس کا تعلق احکام الہی کی نافرمانی سے ہے ۔حالانکہ جہیز نہ دینے سے ایک معاشرتی رسم کو توڑا جاتا ہے جبکہ حق وراثت ادا نہ کرنا کھلم کھلا قرآن کے احکامات کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

يُوصِيْكُمُ اللهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ۔(53)

دوسری جگہ فرمایا:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاء نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيْباً مَّفْرُوضا۔(54)

اس سے معلوم ہو کہ جہیز نہ صرف خلاف شریعت امر ہے بلکہ نافرمانی کے جذبات بھی پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ کی بارگاہ میں گنہگار ٹھہرتا ہے۔

انسانی شخصیت میں فخر اور تکبر کا سبب:

جہیز کی بناء پر لوگوں میں فخر اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے جہیز میں دی جانے والی اشیاء پر اتراتے پھریں۔اس بات کا اظہار کریں کہ انہوں نے لڑکی کو بہت کچھ دیا ہے اور ہمارے معاشرے کے لوگ شادیوں سے واپسی پر برملا متکبرانہ انداز میں اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ فلاں نے اپنی بیٹی کو بہت کچھ دیا ہے حالانکہ اسلامی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے

أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَہْوٌ وَزِيْنَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِيْ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔(55)

5۔معاشرے میں جنسی ہراسگی کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کی روک تھام (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ)

جنسی ایذادہی آج کے دور میں عام جگہوں، تیسرے درجے کے اداروں اور ایک دوسرے کے مابین عام ہوتی جارہی ہے۔اس کا اثر یہ ہے کہ یہ خاندانی رشتوں اور تعلقات کو تباہ کررہی ہے۔اس عیب جوئی کے مسئلہ کے مداوے کے لیے اسلامی قانون نے ایسے معاملات کی روک تھام کے لیے مخصوص نظام متعارف کروایا ہے۔اس مسئلے سے نبرد آزمائی کا واحد طریقہ شادی گھروں کا قانونی بنانا اور کنوارہ پن کے پہلو کو معاشرے میں روک کر نکاح کے عمل کو تیز کیا جانا ہے۔اس کے علاوہ جو لوگ زنا کرتے ہیں یا جنسی ہراسگی ان کا مقصد ہوتا ہے ان کے لیے سخت سزائیں مرتب کی گئی ہیں۔اسی طرح بعینہٖ اللہ نے مومن مرد کے لیے مومنہ عورت مقرر کی ہے تاکہ وہ اپنی نظروں کو بچا کے رکھیں اور اس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ان جنسی اعضاء کو قابو میں رکھیں جو زنا جیسے گناہ کی طرف راغب کرتے ہیں۔اللہ نے بندوں کو متضاد جنس کی طرف نظر اٹھانے سے بھی منع کیا ہے جو انہیں جنسی بے راہ روی کی طرف ورغلانے پر رغبت دے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو قطعاً اجازت نہیں ہے کہ جنسی ایذادہی کی کسی بھی شکل میں دوسروں کے دلوں میں شہوت پرستی کو تحریک دیں۔اسی تناظر میں اللہ کے پیغمبر نے ان تمام راستوں سے منع فرمایا ہے جو جنس پرستی کی راہ دکھاتے ہوں۔ان میں مختلف جنس کے لوگوں کا اکھٹے ملنے اور الگ الگ جگہوں پر گفتگو کرنا جیسے معاملات بھی شامل ہیں۔مزید براں اسلام نے عورت کو محرم جیسا کہ باپ، خاوند،اور بیٹا کے بغیر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے ملتے جلتے انداز میں اسلام کسی کی ذاتی انا کو بھی بہت تحفظ دیتا ہے بلکہ یہاں تک کہ اپنے بچے ہی کیوں نہ ہوں ان کو بھی مخصوص اوقات میں اجازت لیے بغیر ماں باپ کے کمروں میں داخلہ مناسب نہیں ہے یہاں بھی جنسی بے راہ روی سے روکنے کا ایک قدم ہے۔

عام طور پر جنسی ہراسگی متضاد جنسوں کے لوگوں میں وقوع پذیر ہوتی ہے لیکن ایک جیسی جنس کے لوگوں میں بھی نمو پاتی ہے اگرچہ یہ شاذو نادر ہی ہوتا ہے ۔جنس پرستی میں ناموافق انداز میں چھونا ،چھیننا ،ایذا دینا ،بغلگیر ہونا ،انسانی طبیعت کے برعکس جھڑک دینا، گھورنا، جسمانی شہوت جیسے مقاصد کا مظاہرہ کرنا، تصاویر یا مکروہ اشارے کرنا اور جنس پرستی پر مبنی حقارت امیز جملے بیان کرنا شامل ہے۔ہمارے معاشرے میں مذکورہ بیان کردہ رویے حقیر ترین اعمال سمجھے جاتے ہیں کیونکہ یہ کسی بھی انسان کی عظمت اور شان کے لیے ندامت کا باعث بنتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کسی بھی انسان کے وقار اور اخلاقی اقدار کے تحفظ کو خاص اہمیت دیتے ہوئے نہ صرف آزادانہ میل جول ممنوع کیا ہے بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کیا ہے جو غیر قانونی شہوت کو ابھارنے کا سبب بنتے ہیں جیسا کہ خلوت و تنہائی میں متضاد جنس کا مل کر بیٹھنا ،اشتعال انگیزی کے لباس کا پہننا، عریانی اور بے شرم گفتگو کے اعمال شامل ہیں ،اسلام نے بے بنیاد الزامات لگانے سے بھی منع کیا ہے ۔اگر کوئی مرد کسی عورت پر غیر اخلاقی الزام لگاتا ہے اور اس الزام کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا تو نہ صرف اس کو غلط الزام کی پاداش میں سزا ملنی چاہیے بلکہ اس کی گواہی کو ہمیشہ کے لیے باطل قرار دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوہُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَہُمْ شَہَادَةً أَبَداً (56)

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور اس عمل پر چار گواہ پیش نہیں کرتے توان کو 80 کوڑے کی سزا ہے اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔

انسان کے وقار کے تحفظ اور حفاظت کرنے کی اہمیت کے متعلق محمد ہاشم کاملی نے حضور ﷺ کا فرمان لکھا ہے۔

Prophet stated," whoever saved the honor of his brother, Allah (SWT) will save his countenance against the blaze of fire on the Day of Judgment. (57)

جس کسی نے اپنے بھائی کی عزت کو بچایا اللہ تعالیٰ روز حشر اس کے چہرہ کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

قرآن وسنت کے ان احکامات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا ہے۔اور ساتھ ہی خالق کی طرف سے عطا کردہ عزت ومقام کی حفاظت کرنے کی رہنمائی بھی دی گئی ہے ۔قرآن وسنت نہ صرف بڑے گناہوں جیسا کہ بہتان لگانا، طنز و تحقیر کرنے کی سرزنش کرتے ہیں بلکہ ادنیٰ گناہوں پر بھی گرفت کرتا ہے۔

پاکستان میں کام کرنے والیں تنظیمیں اور جنسی ہراسگی:

پاکستانی معاشرے میں کئی ایسی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جن کا مقصد غیر اخلاقی جنسی ہراسگی کو روکنا ہے اور اس کا تعلق خاص طور پر ان عورتوں کے ساتھ ہے جو کسی نہ کسی قسم کی نوکری کرتیں ہیں ۔ان تنظیموں کا مقصد جنسی طور پر ہراسان کی گئی عورتوں کو طاقت ور کرنا، قانونی مدد اور حفاظت مہیا کرنا ہے۔کچھ تنظیمون کے نام درج ذیل ہیں۔

جنسی ہراسگی کے خلاف اتحاد **AASHA(Alliance Against Sexual Harassment)**

کشف فاؤنڈیشن **Kashaf Foundation**

ایک قدم آگے فائونڈیشن **Step forward Pakistan Foundation**

عورت فاؤنڈیشن **Aurat Foundation**

پاکستانی معاشرے میں کئی طرح سے جنسی طور پر ہراسان کیے جانے کے انداز پائے جاتے ہیں۔عام طور پر عورتوں کو ہراساں کیے جانے کی جگہ کسی بھی ملازمت کی شکل میں ہوتی ہے۔مثال کے طور پر آفیسر اپنے ماتحت کو ہراساں کرتا ہے،ڈاکٹر ہسپتال میں نرس کو ہراساں کرتا ہے یا اپنے مریض یا ساتھ کام کرنے والی ڈاکٹرز عورتوں کو ہراسان کرتا ہے۔اسی طرح نئی آنے والی اداکارائیں ڈائریکٹرز اور پروڈیوسرز سے جنسی طور پر ہراسان کی جارہی ہوتی ہیں۔پاکستانی معاشرے میں عام طور ہراساں کرنے کے دو یا تین طریقہ کار زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ سینئرز کا گالی گلوچ **Abuse of Authority**

۲۔ہاسٹلز میں رہنے والی لڑکیاں **Hostile Environment**

۳۔جوابی کاروائی کے طور پر **Retaliation**

پاکستانی معاشرے میں کام کرنے والی ایک تنظیم **(AASHA)** نے ایک سروے کیااور اس کے مطابق ۸۰ فیصد ایسی لڑکیاں ہراساں کی گئیں جو ملازمت کے طور پر کام کرتی ہیں.

> AASHA conducted a study on sexual harassment and found that 80 percent of the female employs working in the formal and informal sectors in Pakistan are sexually harassed. Another study revealed that most of the women are aware of their rights, yet unaware of the protection against harassment of women at the work place Act 2010. A total of 520 workplace harassment cases were filed between the years 2008 to 2010. It makes only 2 percent of the total violence against women cases reported during this time. (58)

.قرآن وسنت میں جنسی ہراسگی کے معاملات سے بچنے کی احتیاطی اقدامات۔

اسلام در حقیقت ایک ایسا دین الہی ہے جو ہر معاملے میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے جیساکہ مرد و عورت کے رویے کیسے قائم ہونے چاہیں لیکن عقلمندی تو متضاد جنسوں میں غلط رویوں کی ان راہوں کی روک تھام میں ہے جو انسان کو رغبت، جنسی تفتیش اور زنا بالجبر کی طرف مائل کرتیں ہیں۔

ا۔متضاد جنسوں کے درمیان قرابت سے پرہیز:

اچھے مقاصد کے حصول کے لیے بھی مرد و عورت کا میل جول اور اکھٹے رہنا اسلام میں جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان معاملات میں اس کی اجازت ہے جہاں دونوں بالکل اجنبی اور غیر محرم ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے غیر محرم عورت کے ساتھ کبھی نہیں رہ سکتا بصورت دیگر شیطان تیسرے فرد کے طور پر ان کے ساتھ ہو گا۔(59) شیطان کی حتمی مطمع ہی یہی ہے کہ انسان جنت کی بجائے جہنم کی آگ میں جلے۔ جیسا کہ شیطان کا وعدہ قرآن میں ہے۔

لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ(60)

2۔زنااور غیر جنسی تعلقات کا حکم امتناعی:

اسلام میں ایسا عمل گناہ کے زمرے میں آتا ہے جس میں ایک مرد و عورت غیر قانونی طور پر جنسی تعلقات میں ملوث ہوتے ہیں جسے اسلام نے قطعاً منع فرمایا ہے۔ اسلام تو نکاح کی تربیت دیتا ہے اور جنسی رویوں کی مذمت کرتا ہے بلکہ زنا سے منع کرتا ہے۔

وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً۔(61)

زنا کے قریب بھی مت جاؤ، یہ بری چیز ہے۔

غیر شادی شدہ مرد وعورت کا جنسی تعلقات میں ملوث ہونا زنا کہلاتا ہے اور اس کی سزا ۱۰۰ کوڑے ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِءَةَ جَلْدَةٍ۔(62)

زانی مرد و عورت (غیر شادی شدہ) ہر ایک کو 100 کوڑے مارو۔

بہت سے یورپی ممالک میں رضامندی پر مبنی جنسی مباشرت قانونی طور پر جرم نہیں ہے بشرطیکہ یہ سولہ سال سے کم میں نہ ہو جس وجہ سے اب وہاں نہ تو معاشرتی اقدار باقی ہیں اور نہ ہی حیا اور شرم ہے۔

3۔نگاہوں کو نیچا اور جھکائے رکھنا کا حکم:

اللہ رب العزت نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے

قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۔ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ۔(63)

مومن مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔

اخلاقی زوال کی ابتداء نظروں کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے یہ عمل ایسی خواہش کو جنم دیتا ہے جو زنا کی طرف گرتی ہے اور حقیر سطح پر یہ مکروہ اعمال کی جانب بھی لے جاتی ہے جو شدت کے حوالے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن و سنت نے ایسا عمل بتایا ہے جس سے قابل نفرت اعمال میں ملوث ہونے سے بچا جا سکتا ہے۔ پہلا مرحلہ مرد و عورت دونوں کا نظریں نیچی رکھنا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس بات

کی یقین دہانی کرنا کہ انہیں اس ماحول میں نہ بھیجا جائے جہاں ایک دوسرے سے نظریں پھیرنا ممکن نہ رہے۔اس کے لیے باحیااور باپردہ ہوناضروری ہوتا ہے۔مزید یہ کہنا ضروری ہے کہ نظریں جھکانا محض مذہبی حکم ہے جس کی پیروی انسان کو دار فنااور دار بقاء میں خوشی دے سکتی ہے۔

4۔باحیااور باقاعدہ لباس کااہتمام:

سکولوں اور کام کرنے والی جگہوں پر مرد و عورت کے رشتوں کو مقدس بنانے کے لیے انہیں اپنے رویوں میں عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔نفس پرستی جیسے گھٹیہ اعمال سے بچنے کے لیے قرآن نے دوہری ڈھال فراہم کی ہے جسے باحیا لباس کا ذمہ دیا گیاہے۔اسلام نہ صرف اچھے لباس کے خدوخال کا طریقہ متعین کرتا ہے بلکہ ایسا کرنے کے اسباب بھی مہیا کرتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُوْلِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِن زِيْنَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيْعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔(64)

اور مومنہ عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالیں راہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہرون پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورت کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمیں پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار،اوراللہ کی طرف توبہ کرنے والے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

قرآن کی یہ آیت واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ ایک مسلمان عورت کو اجنبی یا غیر محرم رشتے دار سے مناسب انداز میں پردہ کرنا چاہیے۔مزید قرآن ان لوگوں کی فہرست مہیا کرتا ہے جن سے ملنے سے منع کیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيْبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيْماً۔(65)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں،صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کچھ مسلم ممالک میں جیسا کہ سعودی عرب اور ایران میں عورت کے لیے سکول اور کام کرنے وال جگہوں پر حجاب کرنا لازم قرار دیا گیا ہے جب کہ دوسرے کچھ ممالک میں پردہ اختیاری عمل ہے کسی بھی عورت پر لازم نہیں ہے کہ وہ پردہ کرے۔بعض اوقات اسلامی

تنظیموں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بھی حجاب اختیاری عمل ہے جیسا کہ پاکستان میں بھی ایسا ہی ہے کہ متعلمیں اور معلمیں کے لیے حجاب کرنا ضروری نہیں ہے جب کہ اسلام مناسب لباس اور اخلاقی رویوں پر اپنا ضابطہ بیان کرتا ہے۔ تو اس لیے بہت سے ایسے ادارے ہیں جن میں خواتین نے حجاب کرنے کو ترجیح دی ہے حالانکہ یہ ان کے لیے لازم نہیں ہے۔ یہ بھی مسلمہ ہے کہ بے شرمی اور اشتعال انگیزی کا ایک سبب لباس بھی ہے جو آنکھوں کو گرویدہ کرتا ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ باپردہ عورتیں بھی کبھی کبھار شہوت پرستی کے تجرد کا شکار ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا معاشرے میں جہاں مرد اور عورتیں عاجزانہ اور باحیا لباس میں ملبوس ہوں تو انہیں غیر ضروری نظروں سے بچنا چاہیے۔ بہر حال لباس ایسا ہو کہ جس سے غیر جنس میں جنسی بے راہ روی کے خطرات کم سے کم ہو۔

5۔ پاکیزگی یا کنوار پن کا تحفظ:

عظمت اور وقار کو محفوظ کرنے کے لیے اسلام پاکیزگی کی بنیاد کو ضروری قرار دیتا ہے ایک مسلمان کو خواہشات کا غلام نہیں بننا چاہیے۔ جسم کے پر کشش اعضاء کی نمائش کرنا، ورغلانے کے انداز میں چلنا، باتیں کرنا، عورتوں کا زیوارات دکھانا اور ابھرنے والا لباس پہننا سب کچھ عام جگہوں پر منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے

وَالَّذِيْنَ ہُمْ لِفُرُوجِہِمْ حَافِظُون۔(66)

جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

پاکیزگی، بد فعلی سے تحفظ کا واحد عمل ہے جو روح کی تقدیس کر سکتا ہے قوموں کے لیے امن کا سبب ہے۔ اسلام کے مطابق پاکیزگی ایک ایسی شے ہے جو انسانی رویے کو زوال پذیر ہونے سے اور مکروہ خواہشات کا غلام بننے سے روکتی ہے۔ پاکیزگی کا مظاہرہ انسانی شائستگی میں نکھار پیدا کرتا ہے اور اس میں تقدس اور اخلاق بھی نمایاں ہوتا ہے۔ ایک مرد یا عورت جو پاکدامن ہو اسے چاہیے کہ غیر مرد و عورت سے اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ جنسی شہوت یقیناً ان کے دماغوں سے کوسوں دور ہو جائے گی۔ وہ مومن جو قرآن کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں وہ فضول گفتگو اور ایسے اعمال سے پرہیز کریں گے جو انہیں بہشت میں داخل ہونے سے باز رکھیں۔ وقت اور حالات نے انسان کو پاکدامنی کے حوالے سے ظالم بنا دیا ہے۔ خاص طور پر ذرائع ابلاغ نے انسان میں دور جدید کے مختلف پہلوؤں کو سرایت کرنے میں کافی مدد دی ہے جس سے پاکیزگی اور حیا کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا نظر آتا ہے۔ میڈیا اس قدر آزاد ہو چکا ہے کہ کوئی اس کو لگام ڈالنے کو تیار نہیں۔ یہ بھی ایک سبب ہے جس کی بناء پر جنسی ہراسگی کے واقعات میں روز بروز بڑھوتری نظر آتی ہے

خلاصہ بحث:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ زمانے کے حالات کی تبدیلی کے باعث عورتوں کے مسائل میں گوناگوں اضافہ ہو چکا ہے اور ان میں پیچیدگیاں بھی پیدا ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے مغربی معاشرے نے عورتوں کے حقوق اور ان کے بنیادی مسائل کے لیے تحاریک چلائیں۔ ان تحریکوں کے نتیجے میں اجتماعی، معاشی و معاشرتی نظام اور سیاسی زندگی میں مذہب کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ جس کی بدولت انسان اور مذہب کے درمیان تعلق محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ ان تحریکوں کے اثرات اس قدر سرعت کے ساتھ نہایت

مئوثر انداز میں اسلامی ممالک کے اندر موجود لوگوں کی سوچ پر بھی ہوئے اور ان کی سوچ کا دھاوا بھی اسی راہ پر چل پڑا۔ مشرق و مغرب کے افکار کے اس ملاپ میں ٹکراو کے نتیجے میں مشرقی معاشروں میں نئے مسائل نے جنم لیا۔ چونکہ یہاں کی معاشرت میں مذہب کا عمل دخل تھا اس لیے معاشرتی اور مذہبی مسائل میں بھی ٹکراؤ سامنے آیا جن سے "مساوات مردوزن کا مسئلہ" اور "عورتوں کے حقوق کا مسئلہ" ابھر کر سامنے آیا۔ اب عورت کے ذہن میں یہ بات ڈالی گئی کہ یہ مردوں کا معاشرہ ہے جو کہ مسلسل اس کا استحصال کرتا آرہا ہے حالانکہ دوسری طرف مذہب نے کہیں تو عورت و مرد کو ایک دوسرے کے لیے سکون کا سبب بیان کیا ہے تو دوسری طرف ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی ہے جس کی رو سے مرد تو دراصل اس کا محافظ ہے لیکن مغربی افکار کے اثرات نے عورت کو اس پریشانی میں مبتلا کر دیا کہ مرد اس کے حقوق نہ صرف غصب کرنے کی تاک میں بیٹھا ہے بلکہ مذہب ان کو ان معاملات میں تقویت بھی دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے جنس مخالف میں ایک بے مقصد سا کھچاؤ پیدا ہو گیا۔ اسی طرح کئی ایسی رسومات نے جنم لیا جن کا تعلق مذہب سے نہ تھا لیکن مذہب سے ان کو نہ صرف مشروط رکھا جاتا تھا بلکہ اب بھی ایسا ہی ہے جن میں عورتوں کا مسلسل استحصال ہو رہا تھا۔ جس کی بدولت نہ صرف معاشروں میں بدامنی پیدا ہوئی بلکہ عورت اور مرد کے درمیان نفرت کی خلیج بڑھتی چلی گئی۔ یہ یاد رہے کہ دین اسلام نے مردوزن کی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے احکامات جاری کیے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے دین کی تعلیم اور فہم سے معاشرے نے ہمیں دور رکھا جس کے نتیجے میں عجیب و غریب خرافات معاشرے میں نظر آنے لگیں۔ اس لیے اس آرٹیکل میں ان رسم ورواج کی اسلامی اور قانونی پہلو سے وضاحت کی گئی ہے کہ یہ غیر اسلامی ہیں یا ان سے ٹکراؤ کا سبب بنتے ہیں۔ تو ہمیں بحیثیت مسلمان ان رسم و رواج میں نہ صرف اصلاح کرنی چاہیے بلکہ معاشرے میں ان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں لاگو کر کے جنس مخالف کو ان کے بنیادی حقوق دینے چاہییں تاکہ معاشرے میں تمام افراد کے بلا تفریق (مرد و عورت) حقوق پامال نہ ہوں۔ یہ تمام مسائل دراصل مذہب سے دوری کے سبب ہیں ورنہ اسلام حقوق میں مردوزن کا فرق نہیں رکھتا۔ ہمارا پاکستانی معاشرہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مندرجہ بالا بیان کردہ تمام مسائل پر قابو پا سکتا ہے۔

حوالہ جات

(1) النساء:۱:۴

Al-Nisa: 1:4

(2) المدثر:۳۸:۷۴

Al-Mudasar: 38: 74

(3) النحل:۹۷:۱۶

Al-Nahal: 97:16

(4) احمد بن شعیب، امام: سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۲۷۴، دار لسلام لانشر والتواریخ، ریاض، ۱۴۲۰ھ

Ahmad Bin Shoaib, Emam: SunanNisai, Raqamul hadith: 3274, Dar ul Slam la Nashrwa al Tawarikh, Riaz, 1420

(5)ابوداود، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابوداود، رقم الحدیث ۲۰۹۶، دار لسلام لانشروالتواریخ، ریاض، ۱۴۲۰ھ

Abu Daood, Sileman Bin Ashas, Emam, Sunan Abu Daood, Raqamul Hadith 2096, Dar ul Slam la Nashrwa al Tawarikh, Riaz, 1420

(6)ابن جوزی، جمال الدین، امام، حیات فاروق اعظم، مترجم: (علامہ شاہ حسن عطاء) نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۲۵۲

Ibn e Jaozi, Jamal Ud Din, Emam, Hayat Farooq Azam, Mutrjam: Allama Shah Hassan Atta, NafeesAccedmey Karachi, 1983, P-252

(7)چاچڑ، مفتی عبدالوہاب، فتوی الشرعیہ، شریعت پبلیکیشنز، سکھر، ۲۰۰۱ء ص ۲۰۲

Chachar, Mufti Abdul Wahab, Fatwa Al Sharia, Shariat Publications, Sakhar, 2001, P-202

(8)ابن کثیر، عمادالدین، امام، تفسیر القرآن العظیم، دارالمعرفہ بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ، ۴۶۵/۱

Ibn Kaseer, AmaadUl Din, Emam, Tafseer Al Quran Al Azeem, Dar ulMaarifa, Bairoot, Labnan, 1405, 1/465

(9)الاعراف: ۷۴: ۷

Al Ahraaf: 74: 7

(10)محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۵۴۸/۱، ترجمان القرآن، لاہور

Muhammad Shafi, Mufti, MaarifUl Quran, 1/548, TarjmanUl Quran, Lahore

(11)النساء: ۷: ۴

Al-Nisa: 7: 4

MalladiSubbamma, Islam and women (translated by M.N. Ramamurti) sterling (12) publisher new dehli, 1983, P84

(13)وحیدالدین خان، مولانا، خاتون اسلام، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۴۸

WaheedUd Din Khan, Mulana, Khatoon Islam, New Dehli, 2000, P-48

(14)ابن کثیر، عمادالدین، امام، تفسیر القرآن العظیم، ۸۸/۱

Ibn-e-Kaseer, AmaadUl Din, Tafseerul Quran al Azeem, 1/88

(15)النساء: ۱۱: ۴

Al-Nisa:11:4

(16)ایضاً:۱۱

Abid:11

(17)زمخشری، محمود بن عمر، الکشاف، انتشارات آفتاب، تہران، ۵۸۵/۱

Zamkhshri, Mehmood Bin Umar, Al Kashaaf, IntisharatAftab, Tahran, 1/55

(18)محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۳۲۱/۲

Muhammad Shafi, Mufti, Maarif al Quran, 2/321

(19) S. A. Abid, encyclopaedia of family laws in Pakistan, Shan book corporation, Lahore, P, 870

(20)شاکر، محمد شریف، عورت، اسلام تنظیم اصلاح اتحاد بین المسلین، ۱۹۹۳ء، ص، ۱۳۳

Shakar, Muhammad Sharif, Aoorat, Islam Tanzeem Islah Ithad Bain ul Muslimeen, 1993, P-133

(21)القشیری، مسلم بن حجاج، امام، الصیح المسلم: رقم الحدیث ۳۳۷۳، دار لسلام لانشر والتواریخ، ریاض، ۱۴۲۰ھ

Al-Qushairi, Muslim Bin Hijaj, Emam, Al Sahih Al Muslim, Raqam ul Hadith 3373, Dar ul Islam Lil Nashr wa al Tawarikh, Riaz, 1420

(22)ایضاً: رقم الحدیث ۳۳۷۷

Ibid, Raqam ul Hadith 3377

(23)النساء:۶:۴

Al-Nisa: 6:4

(24)محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۳۰۵/۲، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

Muhammad Shafi, Mufti, Maarif Al Quran, 2/305, Maktaba Maarif al Quran, Karachi

(25)الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن: ۳۲۰/۲، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

Al Azhari, Karam Shah, Peer, Zia al Quran, 2/320, Zia al Quran Publications, Lahore

(26)محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۳۰۵/۲

Muhammad Shafi, Mufti, Maarif al Quran, 2/305

(27) Child marriage restraint, Act, 1929, section 2,Clause,A, B , C

(28) Child marriage restraint, Act, 1929, section 5

M.Mahmood,(Advocate) The constitution of the republic of Pakistan(1973), Al (29)
qanoon, publishers, mozanf road , lahore,Adition ,2012, P, 622

(30)راغب اصفہانی،امام،المفردات القرآن فی غریب القرآن، کتاب الجیم، ص ۱۰۱

Ragib Asfhani, Emam, Al Mafroodat Al Quran fi Gareeb ul Quran, Kitab al Jeem, P-101

(31)لوئیس مالوف،المنجد، بیروت،۱۹۵۶ء، ص۱۰۶

Loees Maloof, Al Munjid, Bairoot, 1956, P-106

(32)نیئرنورالحسن، مولوی، نورالاغات، نیشنل بک فائنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۰۶ء،۱/۱۲۶۵

Naiar Noor ul Hassan, Molvi, Noor ul Lughaat, National Book Foundation, Islamabad, 2006, 1/1265

(33)مری، مٹھاخان،اردو بلوچی نعت، عطاشاہ مرکزیاردوبارڈ،لاہور، ص ۲۸۲

Mari, Mitha Khan, Urdu Baloochi Naat, Atta Shah, Markat Urdu Board, Lahore, P-282

(34)پنجابی،ارشاداحمد،اردوپنجابی نعت، مرکزی اردوبورڈ،لاہور، ص ۷۲۷

Punjabi, Irshad Ahmad, Urdu Punjabi Naat, Markazi Urdu Board, Lahore, P-727

Max Radian, encyclopeadia of social sciences, the macmillan company, new york, (35)
,vol,5,P230

Devasia,leelamna, female victims,dattson publishers,nagpur,india,1989,P141(36)

(37)بنی اسرائیل:۲۷،۲۶:۱۷

Bani Israeel:17:27,26

(38)قرطبیؒ،الجامع الاحکام القرآن،۲۴۸/۱۰، مطبوعہ دارالفکر،بیروت

Qurtabi, Aljamia al Hakaam al Quran, 10/248, Matbooaa Dar ul Fikr, Bairoot

(39)برھان پوری، علی متقی بن حسام الدین، کنزالعمال:۵۰/۳، مطبوعہ موءسسۃالرسالۃ،بیروت

Burhaan Puri, Ali Mutaki Bin Hassan ul Din, Kunzul Amal, 3/50, Matbooaa Mosasata al Risalata, Bairoot

(40)الفرقان:۶۷:۲۵

Al Furqan:67:25

(41)احمد بن حنبل،امام، مسند احمد،۸۲/۶

Ahmad Bin Hanbal, Emam, Masnad Ahmad, 6/82

(42)تلک سے مراد وہ روپیہ ہے جو شادی کے پہلے دن دلہن کا باپ دولہا کے گھر بھیجتا ہے۔

Talaq sy Muraat Ropaya hy jo shadi k pehly Din Dulhan ka baap dulha sy ghar baijta hy

Altekar, Dr, the position of women in Hindu civilization, Dehli, 1983,P70(43)

(44)وحیدالدین خان، مولانا، خاتون اسلام، فضلی سنز، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۸ء، س۲۳۵

Waheed ul Din Khan, Mulana, Khatoon Islam, Fazli Sons, Urdu Bazar Karachi, 1998, P-235

(45)مرغینانی، علی بن ابی بکر، امام، الهدایه، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ص، ۳۰۲، مطبوعہ شرکت علمیہ، بیروت

Murganani, Ali Bin Abi Bakar, Al Hadaya, Kitab al Tilaaq, Bab al Nafqa, P-302, Matbooaa Shirqat Elmia, Bairoot

(46)محمد ابوزہرہ، الاحوال الشخصیۃ، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۷۷ء، ص۲۳۸

Muhammad Abu Zuhra, Al Ahwal al Shakhsiata, Dar ul Fikr Al Arabi, Bairoot, 1977, P-238

(47)پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل تاجرانکتب، لاہور، پنجاب، ۲۰۱۲ء، ص۱۵۲

Pakistan ka Saqafti Encyclopedia, Al Faisal Tajraan Kutab, Lahore, Punjab, 2012, P-152

(48)النساء:۱۱:۴

Al Nisa:11:4

(49)شیخ نظام، مولانا، فتاویٰ عالمگیریہ، دار الکتب علمیہ، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۱/۳۶۰

Sheakh Nizam, Mulana, Fatawa Alamgeer, Dar ul Kutab Elmia, Bairoot, 2000, 1/360

(50)محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، ص، ۳۰۸، دار لکتب العلمیہ، بیروت

Muhammad Bin Saad, Emam, Al tabkaat Al Kubra, P-308, Dar ul Kutab Al Elmia, Bairoot

(51)ندوی، محمد شمشاد، مولانا، جہیز ایک ناسور، مکتبہ مدینہ، سہارنپور، ، ۲۰۰۱ء، ص۱۲۲

Nadvi,Muhammad shamshad ,Molana, Jahez aik nasoor,Maktba madina ,suharanpur,2001,p122

(52)مبشر حسین، ڈاکٹر، ھدیۃ العروس، مبشر الیڈمی، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص۱۹۱

Mubashir Hussain,Dr.HdiyT UL Uroos,Mubashir academy ,Lahore,2007,P191

(53)النساء:۱۱:۴

Al Nisa:11:4

(54)النساء:۷:۴

Al Nisa:7:4

(55)الحدید:۲۰:۵۷

Al Hadid:20:57

(56)النور:۴:۲۴۔۵

Al Noor:4:24-5

(57) Mohammad Hashimkamali, Freedom of Expression in Islam, Kuala lampur:berita publishing,1994,P119

(58) Stop harassment now.org

(59)احمد بن حنبل،امام،مسند احمد،رقم الحدیث:۲۸۶۱۱

Ahmad Bin Hanbal, Emam, Musnid Ahmad, Raqam ul Hadith: 28611

(60)الاعراف:۸:۷

Al Ehraaf: 8:7

(61)بنی اسرائیل:۱۷:

Bani Israeel:17

(62)النور:۲:۲۴

Al Noor: 2:24

(63)ایضاً:۳۱

Ibid:31

(64)النور:۳۱:۲۴

Al Noor: 31:24

(65)الاحزاب:۳۳:۵۹

Al Ehzaab: 33:59

(66)المومنون:۲۳:۵

Al Mominoon:23:5